خطبہ جمعہ

جب محبت الٰہی دلوں سے اٹھ جائے اور دین کے گم ہونے کا اندیشہ ہو تو ہمیشہ خدا روحانی خلیفے پیدا کرتا رہے گا

آج کل جو اللہ کے فضلوں کی بارش ہو رہی ہے یہ بھی حضور اکرم ﷺ ہی کی برکت ہے

خلافتِ حقّہ کے ذریعہ مومنوں کے خوف کے امن میں تبدیل ہونے کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۸؍فروری ۲۰۰۲ء بمطابق ۸؍تبلیغ ۱۳۸۱ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

یہ جو سلسلۂ مضمون ہے یہ امن سے تعلق رکھتا ہے۔ خداتعالیٰ کے نزدیک امن کیسے پیدا ہوا اور کس وقت اس کی ضرورت پڑتی ہے اور اللہ اس غم اور فکر کو دور کیسے کر سکتا ہے۔ تو پہلی آیت سورۃ النور کی آیت ۵۶ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا .يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا. وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب وہ چاہے گا، اس کو اٹھا لے گا، پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ قائم رہے گی۔ پھر اس کو بھی جب چاہے گا اٹھا لے گا۔ اس کے بعد ایسی بادشاہت قائم ہو گی جو کاٹنے والی ہو گی اور جب تک اللہ چاہے گا وہ باقی رہے گی۔ پھر اللہ اس کو بھی جب چاہے گا اٹھا لے گا۔ اس کے بعد (اس سے بھی بڑھ کر) جابر حکومتیں آئیں گی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ دَور قائم رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو بھی جب چاہے گا اٹھا لے گا۔ پھر اس کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل۔ مسند الکوفیین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ پر سورۃ الجمعۃ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اس کی آیت ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ پڑھی تو ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟ آنحضور ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ اُس آدمی نے دو یا تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر رکھا اور فرمایا: اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا تو اِن لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الجمعۃ)

اس کی دوسری روایت میں 'کچھ لوگ' کی بجائے 'ایک شخص اُس کو واپس لے آئے گا' بھی ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ اُمَّتِىْ مَثَلُ الْمَطْرِ لَايُدْرِى اَوَّلَهٗ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرَهٗ"۔ (ترمذی کتاب الأمثال)۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امّت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری۔

اس ضمن میں یہ اچھی طرح یاد رکھ لینا چاہئے کہ آج کل جو اللہ کے فضلوں کی بارش ہو رہی ہے یہ بھی آنحضرت ﷺ کے فضلوں کی بارش ہی ہے۔ اس کو ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ کوئی احمدیت کے فضلوں کی بارش اس سے الگ ہے۔ پس فضل رسول اللہ ہی کے ہیں۔ اس کی پہلی بارش کے وقت کیا حال تھا اور اب دوسری بارش کے وقت کیا حال ہے، یہ فرق ظاہر ہو چکا ہے۔ اور یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کی برکت ہے۔

ایک حدیث ہے عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْزِلُ عِيْسٰى ابْنُ مَرْيَمَ اِمَامًا عَادِلًا وَحَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَرْجِعُ السَّلْمَ وَ يَتَّخِذُ السُّيُوْفَ مَنَاجِلَ. (مسند احمد بن حنبل باقی مسند المکثرین)۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم عادل امام اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے حَکَم کی حیثیت سے نازل ہو گا۔ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور امن و آشتی کو لوٹائے گا اور تلواروں کو درانتیوں میں تبدیل کر دے گا (یعنی زمانے کے لوگ باہم جنگ و جدال کو چھوڑ کر کھیتی باڑی کی طرف متوجہ ہوں گے۔

اس میں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مثال کے طور پر ہیں، پرانے نہیں۔ اسی طرح جو لفظ یہاں بیان ہوئے ہیں وہ سارے تمثیلی ہیں۔ مثلاً یہ مراد تو نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے صلیب کو توڑے گا۔ صلیب تو جتنی دنیا میں توڑتے جائیں گے اور بنتی چلی جائیں گی۔ صلیبوں کا سلسلہ تو کبھی ختم ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح خنزیر کو قتل کرنے سے بھی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ نعوذ باللہ من ذٰلک نازل ہوتے ہی بیلوں میں گھس جائے گا اور جو سور نظر آئے گا اس کو مار دے گا۔ پھر جہاں سور پالتے ہیں وہاں جائے گا۔ تو اتنی دیر میں پیچھے سور اور بچے دیتے چلے جائیں گے۔ یہ تمثیلات ہیں ان کو حکمت کی باتیں سمجھ کر غور کرنا چاہئے۔ صلیب توڑنے سے مراد ہے صلیبی مذہب کی بنیاد نکال دے گا اور قتل خنزیر سے مراد خنزیر صفت لوگوں کو قتل کرے گا۔ جن کی صفتیں گندی اور غلط ہیں ان کو ہلاک کرے گا۔ اور تلواروں کو درانتیوں میں تبدیل کر دے گا۔ یہ ایسا واقعہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اب تلواروں کے جہاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ کھیتی باڑی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اور لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حارث کا لقب بھی عطا فرمایا تھا۔ کھیتی باڑی والا۔ چنانچہ اب کثرت سے لوگ اس طرف رجوع کر رہے ہیں۔ اب جو قریب ہی کے زمانہ میں حالات واقع ہوئے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اب زیادہ فکریں اپنی کھیتیوں کی ہیں بہ نسبت اس کے کہ تلوار کے زور سے قتل کیا جائے۔

ایک الہام ۱۸۹۹ء کا ہے: "خدا نے مجھے ...... خبر دی کہ تیرے ساتھ آشتی اور صلح پھیلے گی۔ ایک درندہ بکری کے ساتھ صلح کرے گا۔ اور ایک سانپ بچوں کے ساتھ کھیلے گا۔ یہ خدا کا ارادہ ہے۔ گو لوگ تعجب کی راہ سے دیکھیں۔"

(اشتہار واجب الاظہار۔ صفحہ ۲۔۳۔ ضمیمہ تریاق القلوب)

یہ سب تمثیلات ہیں اس کی یہ مراد ہرگز نہیں ہوتی کہ ایک درندہ بکری کے ساتھ واقعی صلح کرلے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ مخالف طبیعتیں پیدا کی گئی ہیں۔ تو اس سے مراد درندہ صفت لوگ ہیں۔ وہ مظلوم لوگ جن پر وہ ظلم کیا کرتے تھے وہ اس سے باز آجائیں گے۔ اور سانپ بچوں کے ساتھ کھیلے گا۔ یہ تو نظارہ جو لوگ سندھ میں گئے ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ واقعۃً یہ ہو چکا ہے کہ ایک سانپ وہاں ہوتا ہے جو دن کے وقت آنکھیں نہیں کھول سکتا اور کسی کو ڈس نہیں سکتا۔ تو بچے اس کو پکڑ لیتے ہیں اور اس کے ساتھ کھیلتے ہیں اور وہ ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا۔ تو ظاہراً بھی بعض باتیں پوری ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

"یہی تفسیر لفظ یَکْسِرُ الصَّلِیْب اور یَضَعُ الْحَرْب کی ہے۔ یہ غلط اور جھوٹا خیال ہے کہ جہاد ہوگا۔ بلکہ حدیث کے معنے یہ ہیں کہ آسمانی حربہ جو مسیح موعود کے ساتھ نازل ہوگا یعنی آسمانی نشان اور نئی ہوا یہ دونوں باتیں دجّالیت کو ہلاک کریں گی۔ اور سلامتی اور امن کے ساتھ حق اور توحید اور صدق اور ایمان کی ترقی ہوگی۔ اور عداوتیں اٹھ جائیں گی اور صلح کے ایام آئیں گے۔ تب دنیا کا اخیر ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب کا نام بھی ایّام الصُّلح رکھا"۔

(ایام الصُّلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۸۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"خدا میری نسبت فرماتا ہے۔ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ (ترجمہ) سلمان یعنی یہ عاجز جو دو صلح کی بنیاد ڈالتا ہے، ہم میں سے ہے جو اہل بیت ہیں۔

یہ وحی الٰہی اس مشہور واقعہ کی تصدیق کرتی ہے جو بعض دادیاں اِس عاجز کی سادات میں سے تھیں۔ اور دو صلح سے مراد یہ ہے کہ خدا نے ارادہ کیا ہے کہ ایک صلح میرے ہاتھ سے اور میرے ذریعہ سے اسلام کے اندرونی فرقوں میں ہوگی اور بہت کچھ تفرقہ اُٹھ جائے گا۔ اور دوسری صلح اسلام کے بیرونی دشمنوں کے ساتھ ہوگی کہ بہتوں کو اسلام کی حقانیت کی سمجھ دی جائے گی۔ اور وہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے، تب خاتمہ ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی۔ صفحہ ۷۸۔ حاشیہ در حاشیہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"جو مومنوں میں سے خلیفہ ہوتے ہیں ان کو بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ ان کو خوف پیش آتا ہے مگر خدا تعالیٰ اُن کو تمکنت عطا کرتا ہے۔ جب کسی قسم کی بدامنی پھیلے تو اللہ ان کے لئے اس کی راہیں نکال دیتا ہے۔ جو اُن کا منکر ہو، اس کی پہچان یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ دینی کاموں سے رہ جاتا ہے۔

جناب الٰہی نے ملائکہ کو فرمایا کہ مَیں خلیفہ بناؤں گا کیونکہ وہ اپنے مقربین کو کسی آئندہ معاملہ کی نسبت جب چاہے اطلاع دیتا ہے۔ ان کو اعتراض سوجھا۔ جو ادب سے پیش کیا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے کہا: حضرت صاحب نے دعویٰ تو کیا ہے مگر بڑے بڑے علماء اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا: وہ خواہ کتنے بڑے ہیں مگر فرشتوں سے بڑھ کر تو نہیں۔ اعتراض تو انہوں نے بھی کر دیا اور کہا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ (البقرہ:۳۱) کیا تُو اُسے خلیفہ بناتا ہے جو بڑا فساد ڈالے اور خونریزی کرے۔ یہ اعتراض ہے مگر مولیٰ۔ ہم تجھے پاک ذات سمجھتے ہیں۔ تیری حمد کرتے ہیں۔ تیری تقدیس کرتے ہیں۔ خدا کا انتخاب صحیح تھا مگر خدا کے انتخاب کو اُن کی عقلیں کب پا سکتی تھیں۔"

(الفضل۔ ۱۷/ ستمبر ۱۹۱۳ء۔ صفحہ ۱۵)

یہاں ﴿مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ﴾ والی بات جو ہے اسکو اس پہلو سے بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب خدا کا کوئی نبی آتا ہے تو فساد تو زمین میں ضرور برپا ہوتا ہے مگر فساد کرنے والے مخالف ہوتے ہیں۔ نبی کی طرف سے فساد کا آغاز کبھی نہیں ہوا۔ نبی ہمیشہ دفاعی جنگیں لڑتے ہیں اور زمین میں جو خون بہایا جاتا ہے وہ مخالف، نبیوں اور بزرگوں کے خون بہاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"﴿وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾: خدا فرماتا ہے کہ ہمارے مامور کی شناخت کیا ہے۔ اس کے لئے ایک تو یہ نشان ہے کہ وہ بھولی بسری متاع جس کے خدائے تعالیٰ پسند کرتا ہے اس سے لوگ آگاہ ہوں اور غلطی سے چونک اٹھیں اور اسے چھوڑ دیں۔ اس کو پورا کرنے کے لئے اس کو ایک طاقت دی جاتی ہے۔ ایک قسم کی بہادری اور نصرت عطا ہوتی ہے۔ اس بات کے قائم کرنے کے لئے جس کے لئے اس کو بھیجا ہے قسم قسم کی نصرتیں ہوتی ہیں۔ کوئی ارادہ اور سچا جوش پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کی مدد کا ہاتھ ساتھ نہ ہو۔ بڑی بڑی مشکلات آتی ہیں اور ڈرانے والی چیزیں آتی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سب خوفوں اور خطرات کو امن سے بدل دیتا ہے اور دُور کر دیتا ہے۔ ایک معیار وت اس کی راست بازی اور شناخت کا یہ ہے۔

اب ذرا ہادیٔ کامل ﷺ کی حالت پر غور کرو۔ جب آپؐ نے دعوت حق شروع کی تو تنہا تھے۔ جیب میں روپیہ نہ تھا۔ بازے بڑے مضبوط نہ تھے۔ حقیقی بھائی کوئی نہ تھا۔ ماں باپ کا سایہ بھی سر سے اٹھ چکا تھا۔ اور ادھر قوم کی دلچسپی نہ تھی۔ مخالفت حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ مگر خدا کے لئے کھڑے ہوئے۔ مخالفوں نے جس قدر ممکن تھے دکھ پہنچائے۔ جلاوطن کرنے کے منصوبے باندھے۔ قتل کے منصوبے کئے۔ کیا تھا جو انہوں نے نہ کیا۔ مگر کس کو نیچا دیکھنا پڑا۔ آپؐ کے دشمن ایسے خاک میں ملے کہ نام و نشان تک مٹ گیا۔ وہ ملک جو کبھی کسی کے ماتحت نہ ہوا تھا آخر کس کے ماتحت ہوا؟ اس قوم میں جو توحید سے ہزاروں کوس دور تھی توحید پہنچادی۔ اور نہ صرف پہنچادی بلکہ منوادی۔ خوف کے بعد امن عطا کیا۔ ان کے بعد ان کے جانشین حضرت ابو بکرؓ ہوئے۔ آپؓ کی قوم جاہلیت میں بھی چھوٹی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں سے بھی نہ تھے۔ پھر کیونکر ثابت ہوا کہ خلیفہ حق ہیں۔ اُسامہؓ کے پاس بیس ہزار لشکر تھا۔ کو بھی حکم دے دیا کہ شام کو چلے جاؤ۔ اگر اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر موجود ہوتا تو لوگ کہتے کہ بیس ہزار لشکر کی بدولت کامیابیاں ہوئیں۔ نواح عرب میں ارتداد کا شور اٹھا۔ تین مسجدوں کے سوا نماز کا نام و نشان نہ رہا تھا۔ سب کچھ ہوا۔ میرے خدا نے کیسا ہاتھ پکڑا کہ رافضی بھی گواہی دے اٹھا کہ اسد اللہ الغالب کو خوف کی وجہ سے ساتھ ہونا پڑا۔ کیسا خوف پیدا ہوا"۔ یعنی شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ خوف کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ تو اگر یہ سچ ہے تو ابو بکر کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ خوف کس بات کا پیدا ہوا۔ پس اصل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صالح تھے اور صرف خدا کا خوف تھا ورنہ کسی انسان کا خوف آپ پر غالب نہ آسکا۔ "کیوں؟ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنائے تھے۔ اسی طرح ہمیشہ جب لوگ مامور ہو کر آتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی سے اس کے ہاتھ کا تھامنا یہ دکھلا دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں محفوظ ہوتا ہے۔ یاد رکھو جس قدر کمزوریاں ہوں وہ سب معجزات اور الٰہی تائیدیں ہیں کیونکہ ان کمزوریوں ہی میں تائید الٰہی کا مزہ آتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے"۔ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۲۲۹)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”خدا نے مومنوں کو جو نیکو کار ہیں وعدہ دے رکھا ہے جو ان کو خلیفے بنائے گا انہی خلیفوں کی مانند جو پہلے بنائے گئے تھے اور اُسی سلسلۂ خلافت کی مانند سلسلہ قائم کرے گا جو حضرت موسیٰؑ کے بعد قائم کیا تھا اور اُن کے دین کو یعنی اسلام کو جس پر وہ راضی ہوا زمین پر جمادے گا اور اُس کی جڑ لگادے گا اور خوف کی حالت کو امن کی حالت کے ساتھ بدل دے گا۔ وہ میری پرستش کریں گے، کوئی دوسرا میرے ساتھ نہیں ملائیں گے۔ دیکھو اس آیت میں صاف طور پر فرمادیا ہے کہ خوف کا زمانہ بھی آئے گا اور امن جاتا رہے گا مگر خدا اس خوف کے زمانہ کو پھر امن کے ساتھ بدل دے گا۔ سو یہی خوف یشوع بن نون کو بھی پیش آیا تھا اور جیسا کہ اس کو خدا کے کلام سے تسلّی دی گئی ایسا ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی خدا کے کلام سے تسلّی دی گئی۔“ (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۱۸۸۔۱۸۹)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

”مطلب یہ ہے کہ ہر ایک خوف کی حالت میں کہ جب محبتِ الٰہیہ دلوں سے اُٹھ جائے اور مذاہبِ فاسدہ ہر طرف پھیل جائیں اور لوگ رُوبہ دنیا ہو جائیں اور دین کے گم ہونے کا اندیشہ ہو تو ہمیشہ ایسے وقتوں میں خدا روحانی خلیفوں کو پیدا کرتا رہے گا کہ جن کے ہاتھ پر روحانی طور پر نصرت اور فتح دین کی ظاہر ہو اور حق کی عزت اور باطل کی ذلت ہو تا ہمیشہ دین اپنی اصلی تازگی پر عَود کرتا رہے اور ایماندار ضلالت کے پھیل جانے اور دین کے مفقود ہو جانے کے اندیشہ سے امن کی حالت میں آجائیں۔“ (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۳۵۔۲۳۶ حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں:-

”ان آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور ان میں سے بعض مومنوں کو اپنے فضل اور رحمت سے خلیفہ بنائے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ پس یہ ایک ایسی بات ہے جس کا پورا اور مکمل مصداق ہم حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کو پاتے ہیں جیسا کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ امر واضح ہے کہ ان کی خلافت کا زمانہ ایک خوف و مصائب کا زمانہ تھا کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوئیں اور بہت سارے منافق مُرتد ہو گئے اور مُرتدین کی زبانیں دراز ہو گئیں اور جھوٹے دعویداروں سے ایک گروہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور ان کے گرد بہت سارے بادیہ نشین جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کے ساتھ قریباً ایک لاکھ جاہل اور فاجر لوگ آشامل ہوئے اور فتنوں نے جوش مارا اور مصائب بڑھ گئے اور قسم قسم کی بلاؤں نے دُور و نزدیک سے مسلمانوں کا احاطہ کر لیا اور مومن ایک سخت زلزلہ میں مبتلا کئے گئے اور مسلمانوں میں سے ہر فرد آزمائش میں ڈالا گیا اور خوفناک اور حواس کو دہشت ناک کرنے والے حالات پیدا ہو گئے اور مومن بے چارگی کی حالت کو پہنچ گئے۔ گویا ایک انگارہ تھا جو ان کے دلوں میں بھڑکایا گیا یا یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ چھری کے ساتھ ذبح کر دیئے گئے ہیں، کبھی وہ آنحضرت ﷺ کے فراق کی وجہ سے اور کبھی آگ کی مانند جلا دینے والے فتنوں کی وجہ سے روتے تھے اور امن و امان کا کوئی نشان باقی نہ رہا اور فتنوں میں پڑے ہوئے مسلمان ایسے مغلوب ہو گئے جیسے رُوڑی کے اوپر اُگی ہوئی گھاس اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ پس مومنوں کا خوف اور گھبراہٹ بڑھ گیا اور ان کے دل دہشت اور کرب سے بھر گئے تو ایسے وقت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو زمانے کا حاکم اور خاتم النبیین ﷺ کا خلیفہ بنایا۔ اسلام پر حالاتِ واردہ کی وجہ سے اور ان باتوں کی وجہ سے جو آپ نے منافقوں، کافروں اور مُرتدین کی طرف سے دیکھیں۔ آپ پر سخت غم طاری ہو گیا اور آپ موسمِ ربیع کی بارش کی طرح روتے تھے اور آپ کے آنسو چشموں کی طرح بہتے تھے اور آپ اللہ تعالیٰ سے اِسلام اور مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی چاہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب میرے باپ خلیفہ بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے امرِ خلافت آپ کو تفویض کیا تو آپ نے خلیفہ بنتے ہی فتنوں کو ہر طرف سے موجزن پایا اور یہ کہ جھوٹے نبوّت کے مدعی جوش میں ہیں اور منافق مرتد لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں۔ سو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس قدر مصائب آپڑے کہ اگر پہاڑوں پر اتنی مصیبتیں نازل ہوتیں تو وہ ٹوٹ کر گر جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ لیکن آپ کو رسولوں کی طرح ایک صبر عطا کیا گیا یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آئی اور جھوٹے مدعیانِ نبوّت قتل کئے گئے اور مُرتد ہلاک کر دیئے گئے اور فتنوں اور مصائب کا قلع قمع کر دیا گیا اور معاملے کا فیصلہ کر دیا گیا اور امرِ خلافت مضبوط ہو گیا اور اللہ نے مومنوں کو مصیبت سے نجات بخشی اور ان پر خوف طاری ہونے کے بعد اسے امن میں بدل دیا اور ان کے دین کو مضبوط کر دیا۔ اور مفسدین کے منہ کالے کر دئے اور اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے ابو بکر صدیق کی مدد فرمائی اور سرکشوں اور بڑے بڑے بتوں کو تباہ کر دیا اور کفار کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔ پس وہ شکست کھا گئے اور انہوں نے حق کی طرف رجوع کیا اور سرکشی سے توبہ کی اور یہ غالب خدا کا وعدہ تھا جو تمام سچوں سے زیادہ سچا ہے۔“ (سِرّ الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد ۸۔ صفحہ ۳۳۴۔۳۳۵)

دیکھیں، یہی کیفیت حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر سب دشمنوں نے شور مچادیا تھا اور سارے ہندوستان کے اخباروں نے لکھنا شروع کر دیا تھا کہ بس اب اس کی زندگی کی بات تھی۔ اب یہ سلسلہ مٹا یا مٹا۔ اور بہت سی زبانیں کھول دی گئی تھیں۔ یہاں تک کہ یوں لگتا تھا کہ واقعۃً اب اس فتنے کا کوئی حل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو جو بہت ہی رقیق القلب تھے اور بوڑھے تھے ان کو ایسا مضبوطی سے قائم کیا کہ سارے فتنوں کا سر کچل دیا۔ اور آپ کا زمانہ، پہلا خلیفہ ہے جس وقت احمدیت میں کلیۃً وحدانیت تھی ایک بھی فرقہ نہیں بنا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے کی طرح۔ یہی حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی مشابہت ہے۔ اس کے بعد مختلف فرقے بنتے رہے۔ پیغامیوں کا فرقہ بنا، دوسرے فرقے اسی طرح کے بنتے رہے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ میں بالکل حضرت ابو بکر صدیق کی طرح کسی فتنے اور تفرقے کا آغاز بھی نہیں ہوا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”یہ تمام آیات آئندہ کے لئے پیشگوئیاں تھیں تا کہ ان کے ظہور کے وقت مومنوں کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اللہ کے وعدوں کو پہچان لیں۔ کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اسلام میں فتنے پیدا ہونے اور اس پر مصائب نازل ہونے کی خبر دی تھی اور ان میں یہ وعدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بعض مومنوں کو خلیفہ بنائے گا اور خوف کے بعد ان کو امن دے گا اور ان کے متزلزل دین کو تقویت بخشے گا“۔ بعض مومنوں کو خلیفہ بنائے گا۔ یعنی بظاہر یہ لکھا ہوا ہے کہ کئی مومن خلیفہ ہونگے۔ عملاً تو سب مومن ہی مل کر خلیفہ بنتے ہیں۔ ”اور خوف کے بعد ان کو امن دے گا اور ان کے متزلزل دین کو تقویت بخشے گا۔ اور مفسدین کو ہلاک کرے گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پیشگوئی کا مصداق سوائے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اَور اُن کے زمانے کے کوئی نہیں۔ پس انکار نہ کریں کیونکہ اس کی دلیل تو ظاہر ہو گئی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسلام کو ایسی دیوار کی طرح پایا جو مفسدین کی شرارت کی وجہ سے گرنے کو تھی۔ خدا تعالیٰ نے اس کو ان کے ہاتھوں ایک چونہ گچ، مضبوط اونچے قلعہ کی طرح بنا دیا جس کی دیواریں فولادی تھیں اور اس میں ایسی فوج تھی جو غلاموں کی طرح فرمانبردار تھی۔ پس غور کریں کہ اس میں آپ کے لئے کوئی شک کی گنجائش ہے یا اس کی نظیر آپ کے نزدیک اَور جماعتوں سے لانا ممکن ہے؟۔“

(سِرّ الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد ۸۔ صفحہ ۳۳۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”جیسا کہ خدا نے حضرت ابو بکرؓ کے وقت میں خوف کے بعد امن پیدا کر دیا اور برخلاف دشمنوں کی خواہشوں کے دین کو جما دیا ایسا ہی مسیح موعود کے وقت میں بھی ہو گا کہ اس طوفانِ تکذیب اور تکفیر اور تفسیق کے بعد یک دفعہ لوگوں کو محبت اور ارادت کی طرف میلان دیا جائے گا اور جب بہت سے نور نازل ہوں گے اور ان کی آنکھیں کھلیں گی تو وہ معلوم کریں گے کہ ہمارے اعتراض کچھ چیز نہ تھے اور ہم نے اپنے اعتراضوں میں بجز اس کے اَور کچھ نہ دکھلایا جو اپنے سطحی خیال اور موٹی عقل اور حسد اور تعصّب کے زہر کو لوگوں پر ظاہر کر دیا اور پھر اس کے بعد ابو بکرؓ اور مسیح موعود میں یہ مشابہت ظاہر کر دی جائے گی کہ اس دین کو جس کی مخالف بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں زمین پر خوب جما دیا جائے گا اور ایسا مستحکم کیا جائے گا کہ پھر قیامت تک اس میں تزلزل نہیں ہو گا۔ اور پھر تیسری مشابہت یہ ہو گی کہ جو شرک کی ملونی مسلمانوں کے عقیدوں میں مل گئی تھی وہ بکلّی اُن کے دلوں سے نکال دی جائے گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شرک کا ایک بڑا حصہ جو مسلمانوں کے عقائد میں داخل ہو گیا تھا یہاں تک کہ دجّال کو بھی خدائی کی صفتیں دی گئی تھیں اور حضرت مسیحؑ کو ایک حصہ مخلوق کا خالق سمجھا گیا تھا یہ ہر ایک قسم کا شرک دُور کیا جائے گا جیسا کہ آیت یعبدوننی لایشرکون بی شیئًا سے مُستنبط ہوتا ہے۔“ (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۰)

قیامت تک دین میں تزلزل نہ ہونا یہ فقرہ بعض لوگوں کو شک میں ڈال سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق احمدیت میں سچی خلافت ایک ہزار سال تک جاری رہے گی۔ اس کے بعد پھر وہ جس طرح ہر بڑی چیز ایک دفعہ تعمیر ہونے کے بعد پھر کھنڈرات میں تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد اسلام دیکھیں کتنی شان اور بلندی تک پہنچا۔ پھر دیکھو اس کے بعد کیا حال ہوا اور آج کل مولویوں کے فتنے کیسے پھیل رہے ہیں۔ تو ہر چیز جو ایک دفعہ بلند ہو وہ ضرور جھکتی ہے۔ سورج جو طلوع ہوتا ہے اس نے بھی ضرور غروب ہونا ہے۔ پس یہ خیال نہ کرنا کہ قیامت سے مراد یہ ہے۔ قیامت سے مراد وہ گھڑی ہے، سب سے بڑی قیامت تو وہی ہوگی جب خلافت احمدیت سچی نہ رہے گی اور وہی قیامت کا زمانہ ہوگا۔ اس کے بعد قیامت تک پھر شریر لوگ پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا. وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾۔ جو بھی کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے اس سے بہتر (اجر) ہوگا اور وہ لوگ اس دن سخت اضطراب سے بچے رہیں گے۔ (سورۃ النمل: ۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مسلمان کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان بچے رہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مؤمن کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مؤمن وہ ہے کہ جس کی طرف سے مؤمن لوگ اپنے جان و مال کے بارے میں پُرامن ہوں۔ اور مہاجر وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے اور اس سے بچتا رہے۔ (مسند احمد بن حنبل۔ باقی مسند المکثرین من الصحابہ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا۔ آپؐ کا اس آدمی کے متعلق کیا خیال ہے جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس وجہ سے اس کی تعریف کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ ایک فوری بدلہ ہے جو اسی دنیا میں مومن کو بشارت کے رنگ میں عطا ہوتا ہے۔ (مسلم۔ کتاب البرّ والصلۃ۔ باب إذا اُثْنَی عَلَی الصالح)

پس یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر کوئی نیک عمل کرے اور اس کی تعریف ہو رہی ہو تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم اس پر ریاکاری کا الزام لگائیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی دلوں کو بدلتا ہے اور اس کی طرف مائل کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں فرمایا کہ ایک فوری بدلہ ہے جو اس دنیا میں اس کو ملتا ہے۔ جو آخرت کا بدلہ ہے وہ اس کے سوا ہوگا۔

المُعجم للطّبرانی میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ نے کچھ آدمیوں کو لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ لوگ اپنی ضرورتیں لیے ہوئے اُن کے پاس جاتے ہیں اور وہ اُن کی ضرورتیں پوری کردیتے ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

جامع ترمذی میں ہے: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جبکہ وہ مرنے کے قریب تھا۔ تو آپؐ نے (اُس سے) پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو؟۔ اُس نے کہا کہ یارسول اللہ! مَیں اللہ سے خیر کی امید رکھتا ہوں مگر اپنے گناہوں سے بھی ڈرتا ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس طرح کے موقع پر (یعنی جان کنی کے وقت) جس شخص کے دل میں یہ (رجا اور خوف) دونوں باتیں اکٹھی ہو جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا فرما دیتا ہے جس کا وہ امیدوار ہوتا ہے اور اُس چیز سے امن دے دیتا ہے جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب الجنائز)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔“ اس پر مَیں نے پوچھا کہ ”اللہ سے ملنے کو ناپسند کرنے کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے؟ (اگر ایسا ہے تو) ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، یہ بات نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ مومن کو جب اللہ کی رحمت اور اُس کی رضا اور اُس کی جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے چنانچہ اللہ بھی ایسے شخص سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اُس کی ناراضی کی خبر دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا، نتیجۃً اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا)

حضرت ابوسعید خُدریؓ اور ابوہریرہؓ دونوں نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:-

جب جنّتی لوگ جنت میں جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرے گا: ”اے اہلِ جنت! اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بھی بیمار نہیں پڑو گے۔ اور ہمیشہ زندہ رہو گے اور اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور تم پر بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا اور تم ہمیشہ جوان رہو گے اور اب کبھی بھی تمہیں تنگی اور فقر و فاقہ لاحق نہیں ہوگا بلکہ تم ہمیشہ خوشحال رہو گے“۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی یہی مراد ہے کہ: ﴿وَ نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۴۴)۔ اور انہیں آواز دی جائے گی کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث ٹھہرایا گیا ہے بسبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الجنۃ و جامع ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم، ابومالك الأشعری سے ایک لمبی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! سنو اور یاد رکھو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ شہداء لیکن انبیاء اور شہداء بھی اُن کے اللہ تعالیٰ سے قُرب اور ہم نشینی پر رشک کرتے ہیں۔ اس کے بعد دُور دراز سے ایک اعرابی آیا اور اپنے ہاتھ سے آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: اے اللہ کے نبی! بعض لوگ ایسے ہیں جو نہ تو انبیاء ہیں، نہ شہداء لیکن انبیاء اور شہداء بھی اُن کے اللہ تعالیٰ سے قرب اور ہم نشینی پر رشک کرتے ہیں، آپ ہمیں اُن کے بارہ میں کچھ بتایئے۔ اعرابی کے اس سوال پر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور آپؐ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو کوئی شہرت نہیں رکھتے اور غیر مشہور قبائل سے ہیں۔ ان کی اگرچہ باہم کوئی رشتہ داری نہیں ہوتی مگر وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے اور بے لوث تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے لئے نُور کے منبر رکھے گا اور اُنہیں اُن پر بٹھائے گا اور اُن کے چہرے بھی نورانی بنادے گا اور اُن کے لباس بھی نورانی بنادے گا۔ دوسرے لوگ قیامت کے دن نہایت خوفزدہ ہوں گے مگر یہ لوگ خوفزدہ نہ ہوں گے اور یہ لوگ اللہ کے وہ اولیاء ہیں جن پر نہ خوف غالب آئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(مسند احمد بن حنبل۔ باقی مسند الانصار)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں

گی۔اس موت سے پرندچرند بھی باہر نہیں ہونگے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی۔اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔وہ دن نزدیک ہیں بلکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہونگی، کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے، مَیں دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تُو بھی امن میں نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا، مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔وہ واحد ویگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائے گا۔جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں، پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے، نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ"۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۸۔۲۶۹)

اب آج کل جو زمانہ آرہا ہے یہ وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں میں جو ذکر ہے اس کے مشابہ بڑی کثرت کے ساتھ واقعات ہو رہے ہیں۔اس لئے بہت ہی خوف کا مقام ہے۔بعض علامتوں سے تو لگتا ہے کہ یہ جنگ عظیم ثالث شروع ہونے والی ہے۔اللہ بہتر جانتا ہے کہ میرا یہ خیال درست ہے یا غلط۔لیکن پیشگوئیاں ہمیں اس طرف لے جا رہی ہیں کہ جیسے بہت بڑے زلزلے، زلزلے سے مراد جنگیں ہیں اور ایسی جنگیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ زندگی کا نشان مٹ جائے گا۔پس زندگی کا نشان تو صرف ایٹمی جنگ سے ہی مٹ سکتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ وقت کب آئے گا۔دعا کریں اللہ اس وقت کو ٹالے رکھے۔

الہام 1906ء: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ. اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ . وَاِنَّ عَلَيْكَ رَحْمَتِيْ فِي الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ وَ اِنَّكَ مِنَ الْمَنْصُوْرِيْنَ۔یہ سب لوگ بھاگ جائیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے۔تُو ہمارے نزدیک آج صاحبِ مرتبہ امین ہے۔اور تیرے پر میری رحمت دنیا اور دین میں ہے۔اور تُو اُن لوگوں میں سے ہے جن کے شامل نصرتِ الٰہی ہوتی ہے۔

(تذکرہ۔صفحہ ۶۳۴۔۶۳۵۔ مطبوعہ ربوہ۔ ۱۹۶۹ء)